ٹیپو سلطان شہید اور انتظامِ ریاست

محمد سہیل شفیق *

ABSTRACT

Tipu Sultan also known as the Tiger of Mysore, was a scholar, soldier, and poet. His life was a constant struggle for a noble cause against heavy odds. He sacrificed his life for the realization of his ideal of freeing his country from foreign domination and thus set an example for future generations. He was a true patriot, and a farsighted ruler who foresaw the danger which loomed on the Indian horizon and staked his all to remove it.

He was also an outstanding administrator and a great reformer, endowed with great vision and calibre. He introduced great reforms in almost all departments of the state administration which brought unprecedented peace and prosperity to his people. He highly developed agriculture and industry in his dominion and initiated progressive agricultural reforms beneficial to the peasantry.

He introduced a number of administrative and military innovations to Mysore (including the expansion of rocket technology). Despite his troubled life, the extent of reforms introduced by him in different departments of his government and the social life of his people, is simply amazing. Present article shed the light on the state's administration of Tipu Sultan.

اقبال کے مردِ مومن کو اگر مجسم دیکھنا ہو تو ٹیپو سلطان شہید کو دیکھا جا سکتا ہے۔ برعظیم پاک و ہند کی تاریخ میں ٹیپو سلطان (۱۷۵۱۔۱۷۹۹ء) کو ایک لازوال اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی تاریخ بمشکل اس اولوالعزم سلطان کی نظیر پیش کر سکے گی۔ ٹیپو سلطان نہ صرف ایک مردِ مجاہد تھا۔ بلکہ حقیقی معنیٰ میں اقبال کا ایک مردِ مومن تھا۔ عالم بھی تھا، عابد بھی۔ ایک بہترین سپہ سالار بھی تھا اور ایک بہترین منتظم بھی۔ ایک تجربہ کار سیاستدان اور غیر معمولی بصیرت رکھنے والا عوامی رہنما اور قائد بھی۔

جس وقت عنانِ حکومت ٹیپو سلطان کے ہاتھ آئی تو اس نے دو اہم کام کیے۔ ایک جانب اپنی پوری توجہ اتحاد بین المسلمین اور اتحاد بین الاقوام ہند پر مرکوز کی۔ دوسری جانب ملک کی صنعت و حرفت پر پوری توجہ دی۔ سلطان کے یہی عزائم و ارادے تھے جس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کو سلطان کا مخالف بنا دیا۔ اور اسی مخالفت نے اس کو تمام عمر جنگوں میں مصروف رکھا۔ مگر باوجود اس کے سلطنتِ خداداد میسور نے صنعت و حرفت اور دیگر فنون میں جو ترقی کی وہ میسور کو کبھی دوبارہ حاصل نہ

* ڈاکٹر، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی　　برقی پتا: sascom7@yahoo.com

تاریخِ موصولہ: ۹؍اگست ۲۰۱۰ء

ہو سکی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی جان چکی تھی کہ اگر ٹیپو سلطان کو اپنے ارادوں میں کامیاب ہونے دے دیا جائے تو پھر ہندوستان پر ہرگز قبضہ نہیں ہو سکتا۔(۱)

ٹیپو سلطان کے خطرہ کو ختم کرنے کے لیے انگریز، نظام اور مرہٹے سب متحد ہو گئے۔ انگریز اسے ہندوستان پر اپنے اقتدار کامل میں سب سے بڑی، بلکہ واحد رکاوٹ سمجھتے تھے۔(۲) اس اتحاد ثلاثہ کے مقصد کو مزید کامیاب بنانے اور رائے عامہ کی اخلاقی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے انگریزوں نے ٹیپو سلطان کی مفروضہ چیرہ دستیوں کو اس انداز میں دور تک پہنچا دیا کہ خود اپنے بھی اس سے نفرت کرنے لگے۔ فورٹ ولیم کی دیواروں پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیا گیا کہ ٹیپو سفاکی میں چنگیز خان اور ہلاکو سے کہیں زیادہ ہے۔(۳)

ٹیپو سلطان کی شہادت اور سلطنت خداداد کے زوال کے بعد انگریزوں کے مقابلے کے لیے کوئی بڑی طاقت نہیں رہ گئی تھی۔ ملک میں ان کے توسیع پسندانہ عزائم کی راہ میں ٹیپو سلطان ہی سب سے بڑی رکاوٹ تھا۔ اس کی شہادت کے بعد ہی ان کی زبان سے پہلی دفعہ یہ معنی خیز جملہ نکلا کہ ’’آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔‘‘(۴)

ضروری ہے کہ ٹیپو سلطان کے عہدِ حکومت اور انتظامِ ریاست کا بغور مطالعہ کیا جائے تاکہ حقائق سے آگہی حاصل ہو سکے۔ ٹیپو سلطان نے اپنے ۱۷ سالہ عہد حکومت (۱۷۸۲۔۱۷۹۹ء) میں زندگی کا کوئی لمحہ اطمینان اور چین سے نہیں گزارا۔ یہ سارا عرصہ جنگی معرکوں میں گزرا جو مہلت ملی اس میں وہ اپنے زیر اقتدار علاقوں میں زراعت کی ترقی، آب رسانی کی سہولتوں میں اضافے، نہروں اور تالابوں اور سڑکوں اور پلوں، بندرگاہوں اور نئے شہروں کی تعمیر، چھوٹی بڑی صنعتوں کی ترقی، فوجی و انتظامی اصلاحات اور بیرون ملک و پڑوسی حکمرانوں سے سفارتی روابط اور داخلی معاملات پر گفت وشنید جیسے اہم انتظامی و تعمیراتی امور میں الجھا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ میدان جنگ کے نقشوں کو مرتب کرتا، لڑائی کی منصوبہ بندی کرتا اور اپنے عمال حکومت، فوجی سالاروں اور قلعہ داروں کو ہدایات جاری کرتا۔ اس کی شہادت کے بعد اس کے ذخیرے سے ملنے والے چار ہزار سے زائد خطوط کے موضوعات و مندرجات اس کی ایسی کارگزاریوں کا واضح ثبوت ہیں۔(۵) حیرت ہوتی ہے کہ جس فرمانروا کی زندگی کا ایک ایک لمحہ شہزادگی سے شہادت تک مسلسل خوفناک لڑائیوں میں گزرا۔ اسے ان معاملات پر توجہ دینے کا وقت کیوں کر ملتا تھا۔ حق یہ ہے کہ سلطان حکومت کو خدا کی طرف سے امانت سمجھتا تھا اور اس امانت کا حق ادا کرنے کی جیسی عملی مثال اس نے پیش کی اس کی نظیریں بہت کم ملیں گی۔(۶)

ٹیپو سلطان نے تخت نشینی کے بعد اپنی رعایا کے نام جو پہلا سرکاری فرمان جاری کیا اس میں بلاتفریق مذہب وملت اپنی رعایا کی اخلاقی اصلاح، ان کی خوشحالی، معاشی و سیاسی ترقی، عدل وانصاف، جاگیرداروں اور زمینداروں کے ظلم وستم سے نجات، مذہبی و لسانی و طبقاتی عصبیت کا خاتمہ، اور دفاع وطن کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا عزم کیا۔(۷) ملک کے قدیم طرز حکمرانی کو یکسر بدل دیا۔ سلطنت کے امور میں عوام کو زیادہ سے زیادہ حصہ دینے کے لیے کوشاں رہا۔ اس نے جمہوری

تقاضوں کے پیش نظر ایک مجلس شوریٰ قائم کی جس کا نام 'مجلس غم نباشد' تھا۔

ٹیپو سلطان نے تخت نشین ہونے کے بعد دو نئے آئین بنائے۔ایک فوج کے لیے جس کا نام 'فتح المجاہدین' تھا اور دوسرا عوام کے لیے جس کا نام 'ملکی آئین' تھا۔(۸) سرنگا پٹم میں جامع الامور کے نام سے ایک یونیورسٹی قائم کی جہاں بیک وقت دینی و دنیاوی دونوں طرح کی تعلیم دی جاتی تھی۔حکومت کی طرف سے مختلف علوم وفنون کے ماہرین کو بھاری مشاہرہ پر یہاں مقرر کیا گیا تھا۔(۹)

ٹیپو سلطان کو جدت واختراعات کا خاص شوق تھا۔کئی شہروں کے نام بدل ڈالے۔مثلاً بنگلور کا نام دارالسرور، کالی کٹ کا اسلام آباد، میسور کا نظر آباد، اور مینگلور کا جمال آباد رکھا۔وزن اور پیمانوں کے نام بھی تبدیل کر دیے۔نیا روپیہ جاری کیا اور مختلف نسبتوں سے ان کے نام رکھے مثلاً احمدی، صدیقی، فاروقی، حیدری وغیرہ۔(۱۰) نئی وضع کی بندوقیں اور توپیں بنوائیں، ایسی ڈھالیں تیار کرائیں جن پر تیر یا گولی کا اثر نہیں ہوتا تھا۔(۱۱) جرائم کی بیخ کنی کے لیے ایک نئی تدبیر کی سوچی۔ہر مجرم کو اس کے جرم کی مناسبت سے ایک درخت اگانے کی ذمہ داری سونپی۔معمولی جرم کے لیے ایسا درخت تجویز پاتا جس کے لیے کم محنت ومہلت درکار ہوتی اور سنگین جرم کے لیے ایسا درخت اگانے کی ذمہ داری جس کے لیے کافی محنت ومہلت درکار ہوتی۔سلطان معمولی سے معمولی مسئلہ میں بھی پوری توجہ ظاہر کرتا تھا۔علوم وفنون، طب، تجارت، معاملات مذہبی، تعمیر، فوجی محکمات اور بے شمار دوسرے امور پر سلطان یکساں مہارت سے قطعی رائے دیتا تھا۔(۱۲)

ہندوستان کی تاریخ میں پہلی دفعہ ٹیپو سلطان نے مردم شماری کرائی۔پنچایت راج کی بنیاد رکھی۔اسی کے حکم سے فرانسیسی ماہرین نے پانی سے چلنے والا ایک ایسا انجن تیار کیا جس سے توپوں میں بآسانی سوراخ کیا جا سکتا تھا۔دنیا میں میزائیل ایجاد کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر تھا۔حتیٰ کے امریکیوں نے بھی اس کو راکٹ کے بانیوں میں شمار کیا ہے۔وہ جب بھی اپنی سلطنت کے کسی کارخانہ میں جاتا تو نئے طرز یا جدید انداز کی کوئی چیز بنانے کا حکم ضرور دیتا۔(۱۳)

سلطان کی بری اور بحری فوجوں کا انتظام قابل داد تھا، فوج کے محکمہ میں گیارہ بڑے بڑے شعبے تھے، سلطنت کے کل رقبہ کو ۲۲ فوجی اضلاع میں تقسیم کیا گیا تھا۔(۱۴) اس نے ۱۷۹۶ء میں امراء البحر کی ایک جماعت قائم کی۔جس میں گیارہ اراکین تھے۔ان اراکین کا لقب میر یم رکھا گیا تھا۔ان اراکین کے ماتحت ۱۳۰ میر البحر تھے۔بحری فوج کے متعلق بیس جنگی جہاز کلاں اور بیس چھوٹے جنگی جہاز تھے۔سلطان کو فن جہاز سازی سے بھی شغف تھا۔وہ جہازوں کے نقشے خود تیار کرتا تھا۔(۱۵) جہازوں کے پیندوں کے واسطے ہدایت کی گئی تھی کہ تانبے کے پیندے لگائے جائیں۔تاکہ چٹانوں سے ٹکرانے کی صورت میں نقصان نہ پہنچے۔جہاز سازی کے لیے لکڑی کا جنگل بھی نامزد کر دیا گیا۔اور سب مدارج کے افسروں کی تنخواہوں کی بھی صراحت کر دی گئی۔(۱۶) فوجیوں کی باقاعدہ تربیت کے لیے خصوصی مراکز قائم کیے گئے اور پوری فوج کو از سر نو منظّم کیا گیا۔(۱۷)

ٹیپو سلطان نے ہر ہر شہر، قصبہ اور قلعہ کے چار دروازے مقرر کیے جہاں پہرے دار مقرر کیے کہ ملک میں بغیر اطلاع و اجازت کوئی آنے نہ پائے اور ہر مقام کی رویداد پر فوری اطلاع کا انتظام کیا گیا۔(۱۸) جس مقام پر چوری ہو جاتی، وہاں کے پولیس افسر کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جاتا۔ اگر مجرم گرفتار نہ ہو سکتا تو پولیس افسران کی تنخواہ سے اس کی تلافی کی جاتی۔ ان مقامات پر جہاں ڈاکوؤں کے حملہ کا خطرہ رہتا تھا، وہاں کے رہنے والوں کو آتشیں اسلحہ رکھنے کی عام اجازت دی جاتی۔ عدل و انصاف کا یہ عالم تھا کہ ہر شہر میں قاضی اور ہر گاؤں میں پنچائت مقدموں کا فیصلہ کرتی۔ اگر فریقین میں سے کسی ایک کو ابتدائی عدالتوں کے فیصلہ پر شک ہوتا تو مقدمہ صدر عدالت (ہائیکورٹ) میں دائر کیا جاتا۔ سلطان نے افسرانِ ضلع کے نام حکم جاری کر رکھا تھا کہ وہ ہر سال سرنگا پٹم (دارالحکومت) میں جمع ہو کر انتظامی امور کے متعلق مشورہ کیا کریں۔(۱۹)

ٹیپو سلطان کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ وہ اردو اخبار کا بانی تھا۔ ۱۷۹۴ء میں اس نے اپنی ذاتی نگرانی و سرپرستی میں ایک ہفت روزہ جاری کیا۔ اس ہفت روزہ میں سلطنت کے مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے سپاہیوں کے نام سلطان کی ہدایات شائع ہوتی تھیں۔ یہ ہفت روزہ سلطان کی شہادت تک مسلسل پانچ سال پابندی سے شائع ہوتا رہا۔(۲۰)

ٹیپو سلطان کا ایک بڑا کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس نے غلاموں اور لڑکیوں کی خرید و فروخت بالکل بند کر دی۔ ان کے لیے یتیم خانے بنائے۔ (بعض بری روایات کو روکنے کے لیے) مندروں میں لڑکیوں کا داخلہ ممنوع قرار دے دیا۔(۲۱) زمینداریوں کا خاتمہ کر کے مزدوروں اور کسانوں کو زمین کا مالک قرار دیا۔ زمین کو رعایا کی ملکیت قرار دیا گیا، زمین پر کسانوں کا دوامی قبضہ تسلیم کر لیا گیا۔ زمین صرف اس کی تھی جو ہل چلائے۔ ٹیپو سلطان نے احکام جاری کر دیے تھے کہ جو شخص زمین کے لیے درخواست کرے، اسے اس کی ضرورت کے مطابق زمین مفت دی جائے۔(۲۲) تجارت کی توسیع کے لیے بیرونی ملکوں سے روابط پیدا کیے۔ دور دور سے کاریگر بلا کر اپنے ہاں ہر قسم کی صنعتیں جاری کیں۔ دوسرے ممالک سے ریشم کے کیڑے منگوا کر ان کی پرورش و پرداخت کا طریقہ اپنی رعایا کو سکھایا۔ اس کے علاوہ جواہر تراشی اور اسلحہ سازی کے کارخانے بھی قائم کیے۔(۲۳) ان کارخانوں میں گھڑی سازی اور قینچیوں کا کام بھی ہوتا تھا۔ ان کارخانوں کے قیام سے ایک بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ضرورت کی ہر چیز اب سلطنت میں تیار ہونے لگی۔ درآمدات پر انحصار کم ہو گیا اور سلطنت میں تیار کردہ چیزیں برآمد ہونے لگیں۔ دوسری طرف ہزاروں بے روزگاروں کے مسائل بھی اس سے حل ہوئے۔(۲۴)

اقتصادی مسائل پر قابو پانے کے بعد ٹیپو سلطان نے ایک نئی تجارتی پالیسی وضع کی جس کے تحت بیرونی ممالک ایران، ترکی اور حجاز وغیرہ سے مسلم تاجروں کو سلطنت خداداد میں آ کر تجارت کرنے کے لیے حکومت کی طرف سے خصوصی رعایتوں سے نوازا گیا۔ خود حکومت کی زیر سرپرستی ایک بڑی تجارتی کمپنی بھی قائم کی گئی جس میں اس کی رعایا میں سے ہر کوئی بلاتفریق مذہب اپنا سرمایہ لگا کر نفع و نقصان کے اسلامی اصولوں کی بنیاد پر شریک ہو سکتا تھا۔(۲۵) وسط ایشیا کی ریاست

آرمینیہ سے غیر ملکی تاجروں کو میسور کی حدود میں لا کر بسایا گیا۔ میسور سامان تجارت لانے والے چینی سوداگروں کو ملیبار کے ڈاکو تنگ کرتے تھے۔ سلطان نے ان کی حفاظت کے لیے کئی جہاز مقرر کر دیے۔(۲۶) سلطان کی ان کوششوں کے نتیجے میں سلطنت خداداد میں تجارت اور صنعت وحرفت نے بہت زیادہ ترقی کی۔

سلطان نے جہاں جاگیرداری کو ختم کیا، وہاں سرمایہ داری کے خاتمے کے لیے بھی اقدامات کیے۔ تمام سلطنت میں، رعایا، تاجروں اور کاشتکاروں کے لیے بنک جاری کیے۔ ان میں خاص بات یہ تھی کہ غریب طبقہ اور چھوٹے سرمایہ داروں کو زیادہ منافع دیا جاتا تھا۔(۲۷) ان تمام اصلاحات اور سلطان کی جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہندوستان کے تمام علاقوں میں میسور سب سے زیادہ خوشحال اور سرسبز وشاداب علاقہ ہو گیا۔ میسور کی تیسری جنگ میں انگریز جب اس علاقے میں داخل ہوئے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔(۲۸)

عربی کا ایک مقولہ ہے کہ خوبی وہ ہے جس کا اعتراف دشمن کرے۔ ٹیپو سلطان سے انگریزوں کے بے انتہا تعصب کے باوجود کیپٹن لٹل جس نے میسور کی تیسری جنگ میں نمایاں حصہ لیا تھا، اپنی یادداشتوں میں لکھتا ہے:

> ''ٹیپو کے متعلق بہت سی افواہیں سنی جاتی تھیں کہ وہ ایک جابر وظالم حکمران ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی تمام رعایا اس سے بیزار ہے۔ لیکن جب ہم اس کے ملک میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ صنعت وحرفت کی روز افزوں ترقی کی وجہ سے نئے نئے شہر آباد ہوئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ رعایا اپنے کاموں میں مصروف ومنہمک ہے۔ زمین کا کوئی حصہ بھی بنجر نظر نہیں آتا۔ قابل کاشت زمین جس قدر بھی مل سکتی ہے اس پر کھیتیاں لہرا رہی ہیں۔ ایک انچ زمین بھی بیکار نہیں پائی گئی۔ رعایا اور فوج کے دل میں بادشاہ کا احترام اور محبت بدرجہ اتم موجود ہے۔ فوج کی تنظیم اور اس کے ہتھیاروں کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ یہ یورپ کے کسی مہذب ملک کی فوج سے کسی حالت میں پیچھے نہیں ہے۔''(۲۹)

رفت سلطاں زیں سرائے ہفت روز
نوبتِ او در دکن باقی ہنوز
(اقبال)

ایک زمانہ تھا کہ تقسیم ہند سے قبل کسی نوجوان کے لیے سب سے اعلیٰ اور قابل رشک مقام آئی سی ایس (انڈین سول سروس) میں داخل ہونا تھا۔ یہی وہ طبقہ تھا جو دراصل ہندوستان پر حکومت کر رہا تھا۔ علامہ عبداللہ یوسف علی اور مولانا محمد علی جوہر تقریباً ایک دوسرے کے ہمعصر تھے۔ مولانا محمد علی جوہر کی بھی خواہش تھی کہ وہ آئی سی ایس آفیسر بنیں۔ لیکن وہ امتحان میں کامیاب نہیں ہوئے۔ حال ہی میں شائع ہونے والی علامہ عبداللہ یوسف علی کی سوانح حیات (Searching for Solace) کے مصنف نے اس بارے میں لکھا ہے:

''وجہ یہ تھی کہ انڈین ہسٹری جیسے مضامین کے پرچے میں ایسے سوال شامل کیے جاتے تھے جن سے امیدواروں کے ذہنی رویوں اور جذباتی تعلق کا اندازہ لگایا جاسکے۔اس طرح امیدواروں کے بارے میں یہ جانچنے کا موقع مل جاتا تھا کہ آیا وہ برطانوی راج کے وفادار بن سکتے ہیں یا نہیں، مثلاً ''بتایئے آپ ٹیپو سلطان کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟'' جیسا سوال، جو برٹش انڈیا کی ہسٹری کے پرچہ میں ۱۸۹۵ء میں پوچھا گیا تھا، بڑی آسانی سے یہ بات سامنے لے آتا تھا کہ امتحان میں شریک امیدوار کس حد تک اس مسلم حکمران کی ان کارروائیوں کی تائید کرتا ہے جو اس نے برطانیہ کے خلاف کی تھیں۔(۳۰)

درج بالا اقتباس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومت برطانیہ ٹیپو سلطان سے کس حد تک خوفزدہ تھی۔ساتھ ہی حکومت برطانیہ کے تعصب، تنگ دلی اور تنگ نظری کا اندازہ بھی لگایا جاسکتا ہے۔یہ دلچسپ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ ٹیپو سلطان کی شخصیت وہ پیمانہ ہے جس پر انگریز اپنے وفاداروں کا انتخاب کیا کرتے تھے۔دوستوں اور دشمنوں کو جانچا کرتے تھے۔کسی نے خوب کہا ہے کہ کچھ برگزیدہ شہید ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی آزمائش، عقوبتِ مطہرہ اور شہادتِ عظمیٰ ان کی موت کے ساتھ ختم نہیں ہوتی۔ربِّ جلیل انہیں شہادتِ جاریہ کی سعادت سے سرفراز فرماتا ہے۔

مراجع وحواشی

(۱) محمود بنگلوری، تاریخ سلطنت خداداد (میسور)، ص۱۴۔۱۵، برقی کوثر پریس، بنگلور، بار دوم، ۱۹۳۹ء
(۲) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶ ص ۹۸۳، دانش گاہِ پنجاب، لاہور، طبع اول ۱۹۶۲ء
(۳) باری علیگ، کمپنی کی حکومت، ص ۱۲۹، طیب پبلشرز، لاہور، ۲۰۰۶ء
(۴) محمد الیاس ندوی، سیرت ٹیپو سلطان شہید، ص ۴۲۶۔۴۲۷، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء
(۵) معین الدین عقیل، ٹیپو سلطان کی علمی زندگی، ص ۷، مشمولہ: ٹیپو سلطان، مرتبہ: محمود خاور، ٹیپو سلطان میموریل سوسائٹی، کراچی، س ن
(۶) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶ ص ۹۹۴ (۷) محمد الیاس ندوی، ص ۱۸۰
(۸) محمود بنگلوری، ٹیپو سلطان، ص ۶۷، گوشہ ادب، لاہور، بار اول، ۱۹۵۹ء (۹) الیاس ندوی، ص ۲۲۸
(۱۰) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶ ص ۹۸۶ (۱۱) ایضاً ص ۹۹۳
(۱۲) سید امجد علی اشہری، ٹیپو سلطان، ص ۱۵۲، ہمالیہ بک ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۶ء (۱۳) الیاس ندوی، ص ۵۲۵
(۱۴) باری علیگ، ص ۱۸۶ (۱۵) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶ ص ۹۹۴
(۱۶) سید امجد علی اشہری، ص ۱۵۴۔۱۵۵ (۱۷) الیاس ندوی، ص ۲۹۰ (۱۸) سید امجد علی اشہری، ص ۶۷
(۱۹) باری علیگ، ص ۱۸۵۔۱۸۶ (۲۰) الیاس ندوی، ص ۲۹۵ (۲۱) محمود بنگلوری، ٹیپو سلطان، ص ۶۷
(۲۲) باری علیگ، ص ۱۸۴ (۲۳) اردو دائرہ معارف اسلامیہ، ج ۶ ص ۹۹۴ (۲۴) الیاس ندوی، ص ۲۳۰
(۲۵) ایضاً، ص ۲۸۷ (۲۶) ایضاً، ص ۵۶۴ (۲۷) باری علیگ، ص ۱۸۶
(۲۸) محمود بنگلوری، ٹیپو سلطان، ص ۷۷ (۲۹) ایضاً، ص ۷۷۔۷۸
(۳۰) ایم اے شریف، سکون کی تلاش (اردو ترجمہ: Searching for Solace)، ص ۵۰، سوانح حیات علامہ عبداللہ یوسف علی، مترجم: زبیر بن عمر، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، بار اول، ۲۰۱۰ء